اسلام کا اِحیائے نو اور جامع لائحہ عمل

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن برادر مکرم ڈاکٹر اسرار احمد ؒ نے ماہنامہ ''میثاق'' بابت جون ۱۹۶۷ء کے اِڈیٹوریل سیکشن بعنوان ''تذکرہ وتبصرہ'' میں اپنا ایک طویل مضمون مندرجہ بالا مبحث پر شائع کیا۔ تحریر کو قلمبند کرنے کے وقت آپ عمر کے چھتیسویں (۳۶) سال میں تھے اور صرف ایک کُل وقتی معاون/ملازم کی حیثیت سے میثاق طبع کرا کر حوالہ ڈاک کیا کرتے تھے۔ اگلے برس اس طویل مضمون کو ''اسلام کی نشاۃ ثانیہ۔ کرنے کا اصل کام'' کے عنوان کے ساتھ کتابچے کی صورت میں دارالاشاعت اسلامیہ (کرشن نگر' لاہور) سے شائع کیا۔ بعد ازاں انجمن خدام القرآن کی تاسیس پر ۱۹۷۳ء میں اسے بڑے پیمانے پر شائع کیا۔ گویا ایک اعتبار سے اس مقالے کو انجمن کے مینی فیسٹو (Manifesto) کا درجہ حاصل ہے۔ مدیر مکتبہ کی اطلاع کے مطابق فروری ۲۰۱۴ء تک اس کے سترہ (۱۷) ایڈیشن شائع ہوئے ہیں اور اس طرح یہ کتابچہ لگ بھگ نصف لاکھ کی تعداد میں چھپ کر قارئین تک پہنچا ہے۔ یادش بخیر' انگلستان روانگی سے قبل میرا ایک چھوٹا سا مضمون ''فلسفہ میں تالیفی نقطۂ نظر کے احیاء کی ضرورت'' اگلے ہی شمارے یعنی جولائی ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا۔ میثاق کی ۱۹۶۷ء کی مجلد فائل (جو مرورِ زمانہ سے خاصی بوسیدہ ہوگئی ہے) محولہ بالا تحریر کو دیکھنے کے لیے قرآن اکیڈمی لائبریری سے منگوائی' تو اپنا مضمون بھی نظر آیا جو ایم اے (فلسفہ) کے بعد یورپ جانے سے پہلے میری واحد طبع شدہ تحریر ہے۔ انگلینڈ سے واپسی پر ڈاکٹر صاحب کے اصرار پر میں نے اس کتابچے کا انگریزی ترجمہ کیا اور عنوان Islamic Renaissance: The Real Task Ahead رکھا۔ میرے کچھ خطوط جو ڈاکٹر صاحب 'بریدِ فرنگ' کے عنوان سے میثاق میں دیتے رہے تھے' شاہد ہیں کہ میں نے زیر بحث کتابچے کو متعدد بار پڑھا تھا اور اس کے مندرجات کا میرے ذہن پر گہرا اثر تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے تئیں اس کے انگریزی ترجمے پر خاصی محنت صرف کی اور پھر ڈاکٹر صاحب کے کہنے پر پورا مسودہ ۱۹۷۶ء میں ریواز گارڈن میں قیام کے دوران ڈاکٹر برہان احمد فاروقی مرحوم ومغفور کو پڑھ کر سنایا اور بعض مقامات پر تصحیح یا وضاحت کے لیے لفظی مشوروں کو قبول کیا۔ غالباً انجمن کے مالی حالات تنگ ہونے کے باعث اس کی اشاعت میں تاخیر ہوتی رہی اور یہ ترجمہ مرکزی انجمن خدام القرآن نے ۱۹۸۰ء میں شائع کیا جو مئی ۲۰۱۳ء تک آٹھ طباعتوں سے گزر کر کل تیرہ ہزار (۱۳,۰۰۰) کی تعداد میں چھپ چکا ہے۔

اس مضمون کی جون ۱۹۶۷ء کے میثاق میں اشاعت کا وقت وہ تھا جب اُمتِ مسلمہ بالعموم اور مسلمانانِ

عرب بالخصوص اسرائیل کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست سے دوچار ہو کر ایک شدید ہیجانی کیفیت میں تھے اور پوری دنیا کے مسلمانوں نے اپنے دلوں میں درد کی ٹیسیں محسوس کیں۔ نام نہاد 'اقوام متحدہ' نے اس معاملے میں سرد مہری ہی نہیں باقاعدہ اسرائیل نوازی کا رویہ اختیار کیا۔ اس سے کم از کم مسلمانانِ عرب کے لیے تو ایک بار وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ کی وہی کیفیت پیدا ہو گئی جس میں کئی ہزار برس تک بنی اسرائیل مبتلا رہے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد ﷫ نے نہ صرف بلادِ عرب بلکہ مسلم امت کے عمومی ادبار اور نکبت (predicament and malaise) کا گہرا مطالعہ و تجزیہ کر کے زیر نظر کتابچے میں اس کی تشخیص اور علاج کا طریقہ واضح کیا ہے۔ ان کے خیال میں اُمتِ مسلمہ کی ہچکولے کھاتی کشتی کو تیز و تند طوفانوں کا سامنا صرف اس لیے ہے کہ وہ دین کی اصل یعنی ایمان اور قرآن سے بُعد رکھتی ہے اور دیرپا علاج بھی صرف ایک ہے اور وہ تجدید ایمان ہے۔ اس کتابچے میں ڈاکٹر صاحب نے اپنے افکار کو بہت اختصار و اِجمال کے ساتھ پیش کیا ہے' جن کی بعد کی دہائیوں میں متعدد تحریروں اور خطابات میں شرح و بسط کے ساتھ مزید وضاحت کی۔ بالفاظِ دیگر رسالہ ہٰذا کو ڈاکٹر صاحب کے غلبۂ دین کے لیے فکر دینی اور اس کے لیے عملی منہاج کی وضاحت میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ دعوتِ قرآنی کی تحریک اور اقامتِ دین کے لیے طویل عملی جدّوجُہد کے دوران جہاں ان کی بعض آراء میں جزوی تبدیلی یا ارتقاء ہوا وہاں یہ حقیقت ہے کہ زیر مطالعہ کتابچے کے مندرجات پر انہیں مسلسل اصرار رہا اور حیاتِ دنیوی کے آخری لمحے تک اس پر ان کا تیقن برقرار رہا۔ مرورِ ایام سے اس کے اہم نکات کی علمی اصابت اور عملی افادیت پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑا اور یہ جس طرح ۱۹۶۷ء اور اس سے ماقبل کی اُمتِ مسلمہ کی مضمحل صورتِ حال کی تشخیص اور اس کا مداوا تھے' بالکل اسی طرح لمحہ موجود میں تیزی سے بدلتے ہوئے' بالخصوص نائن الیون اور بعد کے عالمی حالات میں اُمت مرحومہ کی زبوں حالی کا تجزیہ اور عملی اسٹریٹجی ان میں موجود ہے۔

اس مختصر کتابچے میں مضامین کو دس ذیلی عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے' جس میں سے دو عنوانات:

(۱) اسلامی نظامِ حیات کا تصور اور بیسویں صدی کی اسلامی تحریکیں

(۲) تعبیر کی کوتاہی

کے تحت نہایت اجمال کے ساتھ وہ مضامین آئے ہیں جو آپ نے جماعت اسلامی کی پالیسیوں سے اختلاف کرتے ہوئے ۱۹۵۷ء میں جائزہ کمیٹی میں پیش کرنے کے لیے ایک طویل بیان میں شامل کیے تھے جو کم و بیش دس سال بعد ''تحریک جماعت اسلامی —— ایک تحقیقی مطالعہ'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ چنانچہ اس کتابچے کے مشمولات کو سمجھنے کے لیے مؤخر الذکر مبسوط و مفصّل کتاب کا مطالعہ بھی از بس ضروری ہے۔ اور اس طرح یہ دونوں تحریریں مل کر ایک ہی مضمون کو مکمل کرتی ہیں۔ ان دو تحریروں کا حاصل چند الفاظ میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ احیائے اسلام کی خواہش صرف دو شرائط کے پورا کرنے ہی سے ممکن ہے۔ اولاً: ایمان کی عمومی تجدید کے لیے وسیع پیمانے پر عمومی دعوت و تبلیغ اور اصلاح و تربیت بذریعہ حلقہ ہائے دروس قرآنی اور تربیتی و تذکیری مجالس۔ ثانیاً: علوم قرآنی کی اعلیٰ علمی سطح پر اشاعت اور ایک زبردست علمی تحریک کا اہتمام جو سوسائٹی

کے اعلیٰ ترین طبقات اور ذہین ترین عناصر کے فکر ونظر میں انقلاب برپا کر دے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے ترتیب کے اعتبار سے لائحہ عمل کے دوسرے نکتے کو پہلے بیان کیا ہے اور 'کرنے کا اصل کام' کا ذیلی عنوان دیا ہے۔ جبکہ اوّل الذکر کو 'عملی اقدامات' کے تحت بیان کیا ہے۔ لیکن پورے کتابچے کو سامنے رکھیں تو یقیناً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عملی اسٹریٹجی میں دونوں بالکل برابر اہمیت کے کام ہیں۔ 'کرنے کا اصل کام' یعنی زبردست علمی تحریک کے لیے افرادی قوت پہلے کام کے نتیجے میں ملے گی۔ راقم بعد میں وضاحت کرے گا کہ کس طرح مرحوم صدرِ مؤسس کے بعض خوشہ چین اور تلامذہ ان کے بیان کردہ ان دو ہم وزن اسٹریٹجک پروگراموں میں سے صرف مؤخر الذکر کو اصل اور بنیادی قرار دے کر اسی پر (exclusively) اپنی توجہات اور صلاحیتیں صرف کرنے کا پروگرام بنائے ہوئے ہیں اور اول الذکر کام کی اہمیت سے کلیتاً صرفِ نظر کیے ہوئے ہیں۔

ہم سب سے پہلے زیر مطالعہ کتابچے کے عنوان پر غور کرتے ہیں' کیونکہ نہ صرف ''نشاۃِ ثانیہ'' بلکہ اس کے انگریزی ترجمے/متبادل Renaissance پر بھی چند حضرات جن میں ڈاکٹر احمد افضال بھی ہیں' نے بالخصوص اس فرنچ/انگلش لفظ پر بحث کی ہے اور اس کے کلچرل اور تاریخی معانی کے پرت کھولے ہیں۔ کتابچے کے اندرونی ٹائٹل صفحہ پر دارمی اور طبرانی کی روایت کردہ یہ حدیثِ نبویؐ دی گئی ہے جس سے قرآن حکیم میں استعمال کیے گئے الفاظ اور تراکیب کے ساتھ ''نشاۃِ ثانیہ'' کے مفہوم پر روشنی پڑتی ہے۔ فرمانِ نبویؐ کے الفاظ یہ ہیں:

((مَنْ جَاءَ هُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْاِسْلَامَ فَبَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّيْنَ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ))

''جسے موت نے اس حال میں آ لیا کہ وہ طلب علم میں صرف اس لیے مصروف تھا کہ اس علم کے ذریعے اسلام کی حیاتِ نو کا اہتمام کرے تو اُس کے اور انبیاءؑ کے درمیان جنت میں صرف ایک درجے کا فرق ہوگا۔''

اس مرحلے پر اس غلط فہمی کا ازالہ بھی ہو جانا چاہیے جس میں بہت سے پڑھے لکھے لوگ بھی مبتلا ہوتے ہیں اور یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ اسلام تو ایک ہمیشہ زندہ رہنے والی اور لازوال حقیقت ہے' اس کی 'نشاۃِ ثانیہ' چہ معنی دارد؟ لیکن اگر وہ متعدد احادیث نبویہ میں آئے ہوئے الفاظ پر غور کریں تو انہیں اپنی یہ پوزیشن بہت بودی لگے گی۔ ایک دوسری حدیث میں اسلام کے بارے میں آئے ہوئے الفاظ ''......وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا......'' یہ بتاتے ہیں کہ جس طرح دینِ اسلام اپنے اوائل میں اجنبی تھا اور بہت کم اس کے ماننے اور حمایت کرنے والے تھے' اسی طرح بعد کے زمانے میں یہ پھر غربت یعنی غربت ثانیہ کی طرف لوٹے گا۔ اور اسے دوبارہ 'زندہ' اور غالب کرنے کے لیے مؤمنین صادقین کی محنتیں درکار ہوں گی۔ 'نشاۃ' ثانیہ کے لفظی معنی ڈکشنری میں 'حیاتِ نو'، 'نموئے ثانی'، 'بعثتِ نو'، 'ولادتِ ثانیہ' دیئے گئے ہیں۔ قرآن کریم میں پائی جانے والی تراکیب 'نشأۃِ اولٰی'، 'نشأۃ الأخرۃ' اور 'نشأۃ الأخریٰ' ہیں۔ پہلی ترکیب کا معنی 'پہلی تخلیق' جبکہ آخری دو تراکیب کا مفہوم بعث بعد الموت یعنی موت کے بعد دوبارہ پیدا کیا جانا ہے۔ نشاۃ ثانیہ کا انگریزی میں ترجمہ Renaissance (جو راقم نے کیا تھا) ڈاکٹر احمد افضال اس وضاحت کے ساتھ قبول کرتے ہیں کہ اس کے اصل مفہوم کا تعلق پندرہویں اور سولہویں صدی

میں برپا ہونے والی اس علمی تحریک سے ہے جس کے زیر اثر یورپ قرونِ وسطیٰ کے تاریک دور سے نکل کر دوبارہ علوم اور سائنسز سے روشناس ہوا۔ چنانچہ لفظ Renaissance کا یہ مفہوم کہ دنیائے اسلام میں بھی یورپی تہذیبی تاریخ سے وابستہ اس کے مماثل دور کا آغاز ہو' غلط ہوگا۔ اور کسی دینی روایت مثلاً اسلام کے تناظر میں اس ٹرم کا مفہوم کئی دوسرے انگریزی الفاظ سے ادا ہوگا جنہیں میں ان کے امریکہ میں کیے گئے حالیہ ترجمے کے تعارفی سیکشن سے نقل کر رہا ہوں۔ یہ تعارفی سیکشن انہوں نے اپنی ویب سائٹ پر نظر ثانی کے بعد خاصا بدل دیا ہے۔ میں وضاحت کے لیے قبل ازیں دیے گئے تعارف سے خط کشیدہ الفاظ دے رہا ہوں تاکہ ''نشأۃ ثانیہ'' کا مفہوم انگریزی دان قارئین کے لیے بھی بالکل واضح ہو جائے۔

> *"In the context of a religious tradition, an ethical and socio-political system, a culture and civilization - Islam being all of these - the idea of a rebirth would indicate its reappearance after a period of relative absence; its resurgence after a period of relative weakness; its reawakening after a period of relative slumber; its renewal after a peirod of ralative stagnation; its reconstruction after a peirod of relative collapse; its revival after a period of relative death."*

اسلامی لٹریچر میں ہمارے اہل علم متقدمین نے اس مفہوم کی ادائیگی کے لیے 'تجدید'، 'اصلاح'، 'احیاء' اور کچھ دوسرے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ترکی کے ریفارمسٹ مفکر فتح اللہ گولن نے اپنی تصانیف میں الفاظ 'انبعاث بعد الموت' بھی اسلام کی regeneration کے لیے استعمال کیے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد ؒ نے مقالے کے ٹائٹل کے لیے الفاظ یقیناً قرآن میں آئے ہوئے مفہوم ہی سے لیے ہیں' جس کی وضاحت سطور بالا میں کی گئی ہے۔ میں حکمت قرآن کے ان قارئین سے جو انٹرنیٹ کا استعمال جانتے ہیں' درخواست کروں گا کہ وہ ڈاکٹر احمد افضال کی ویب سائٹ☆ پر اس اہم کتابچے کا نیا انگریزی ترجمہ اور وضاحتی کمنٹری ضرور پڑھیں۔ قارئین یقیناً ان کی عرق ریزی' دقتِ نگاہ اور تحریر کی سلاست کی داد دیے بغیر نہیں رہیں گے۔ مزید برآں یہ امر بھی واقعتاً حیران کن ہے کہ کس طرح پندرہ سال کے طویل امریکہ میں قیام اور درس و تدریس کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر مصروفیت کے باوجود اس کتابچے کے مضامین سے ان کا انہماک کم نہیں ہوا۔

دوسری جانب صورت حال یہ ہے کہ عالمِ اسلام کے ذہین فطین اور اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات وخواتین صرف نسلی یعنی پیدائشی اور کلچرل سطح پر مسلمان ہیں' جبکہ وہ اسلام کے دوبارہ احیاء اور عالمی سطح پر ابھرنے کا خیال ذہن و دل سے قطعاً نکال چکے ہیں۔ قرنِ اوّل اور خلافتِ راشدہ کا دور ان کے نزدیک اب صرف تاریخ کا حصہ ہے جس کی بازیافت سے وہ نہ صرف بالکل ناامید ہیں' بلکہ اسے ناممکنات میں سے سمجھتے ہیں۔ جبکہ ڈاکٹر صاحب ؒ نے اپنے دروسِ قرآن اور طبع شدہ تحریروں میں جابجا ان احادیثِ مبارکہ کا تذکرہ کیا ہے اور بڑے

☆ www.footprintsonsand.com/the-real-task-intro

پیمانے پر پھیلایا ہے‘ جن میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ یا بالفاظِ دیگر اسلام کا احیاء اور عالمی غلبہ واقعہ کی صورت میں ظاہر ہو کر رہے گا۔ ڈاکٹر صاحب اس ضمن میں علامہ اقبالؒ کے اشعار بھی بھرپور انداز میں استعمال کرتے تھے۔ میں یہاں پہلے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ رسولؐ جو مسند امام احمد بن حنبل میں آئی ہے‘ کا ترجمہ دیتا ہوں جس میں امت مسلمہ کی تاریخ اور مستقبل سمیت پانچ ادوار بیان کیے گئے ہیں:

’’تمہارے اندر عہدِ نبوت جب تک اللہ چاہے گا موجود رہے گا۔ پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اس (عہدِ نبوت) کو ختم کر دے گا۔ (اس کے بعد) خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی‘ جو قائم رہے گی جب تک اللہ (اسے قائم رکھنا) چاہے گا‘ پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کر دے گا۔ پھر (اس کی جگہ) کاٹ کھانے والی بادشاہت قائم ہو جائے گی‘ جو جب تک اللہ چاہے گا برقرار رہے گی۔ پھر جب اسے بھی اللہ ختم کرنا چاہے گا تو ختم کر دے گا۔ پھر جابرانہ ملوکیت کا دور ہوگا‘ جو جب تک اللہ چاہے گا باقی رہے گا۔ پھر اللہ جب اسے ختم کرنا چاہے گا تو ختم کر دے گا۔ پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ (دوبارہ) قائم ہو جائے گی۔ پھر آپؐ خاموش ہو گئے۔‘‘

دوسری حدیثِ رسولؐ جس میں ہمیں علامہ اقبالؒ کے بقول ’یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے‘ کُل روئے ارضی پر اسلام کے احیاء اور نشأۃ عالیہ کی نوید سنائی گئی ہے وہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو مسلم‘ ترمذی‘ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں درج ہے۔ اس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

’’بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا‘ چنانچہ میں نے اس کے تمام مشارق و مغارب دیکھے۔ اور یقیناً میری امت کا اقتدار وہاں تک پہنچے گا جہاں تک زمین کو میرے لیے لپیٹا گیا۔ (یعنی اسلام اور اہل اسلام کا اقتدار کرۂ ارض کے کونے کونے پر قائم ہوگا)۔‘‘

تیسرا فرمانِ نبویؐ جس میں ایسی ہی بشارت دی گئی ہے مسند احمد میں ہے‘ اسے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے‘ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

’’روئے زمین پر نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر رہ جائے گا اور نہ اونٹ کے بالوں کا بنا ہوا کوئی خیمہ جس میں اللہ کلمۂ اسلام کو داخل نہ کر دے‘ خواہ کسی سعادت مند کو عزت دے کر اور خواہ کسی بدبخت کی مغلوبیت کے ذریعے۔ یعنی یا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو (اسلام کی بدولت) عزت عطا فرمادے گا اور انہیں کلمۂ اسلام کا قائل و حامل بنا دے گا یا (حالت کفر پر برقرار رہنے کی صورت میں) انہیں مغلوب فرمادے گا کہ وہ اس کے محکوم اور تابع بن کر رہیں گے‘‘۔ حضرت مقدادؓ فرماتے ہیں کہ اس پر میں نے اپنے دل میں کہا کہ ’’پھر تو واقعتاً دین کُل کا کُل اللہ ہی کے لیے ہو جائے گا۔‘‘

قرآن مجید کا مطالعہ ہم پر کتاب اللہ کا محکم فیصلہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح پیشین گوئیاں دونوں اس حقیقت کی طرف راہنمائی کرتی ہے کہ بعثتِ محمدیؐ کا مقصد یعنی نورِ الٰہی کا اتمام اور دینِ حق کا غلبہ ہو کر رہے گا۔ موجودہ مایوس کن حالات یقیناً حوصلہ شکن ہیں جس کا اظہار مصری نژاد امریکی مسلمان پروفیسر خالد ابوالفضل اپنے ایک مضمون کے عنوان میں اس طرح کرتے ہیں:

Islam is now living through its dark ages - and rebirth is not assured.

عنوان کے پہلے حصے سے ہمیں جزوی طور پر اتفاق ہے کہ اسلام اور اہل اسلام کا انٹرنیشنل فورمز میں قطعاً کوئی مؤثر عمل دخل نہیں۔ اگرچہ الفاظ کو بغور سمجھنے کی کوشش کی جائے تو مصنف کے اصل مدعا تک پہنچنا مشکل ہے۔ لیکن اسلام کے بارے میں یہ خیال کہ وہ تاریک دور سے گزر رہا ہے‘ صرف حقیقتِ ایمان سے سے ناآشنا شخص ہی رکھ سکتا ہے۔ بہرحال ہمارا زیادہ فوکس اس وقت عنوان کے دوسرے حصے پر ہے جس میں دین حق کے احیائے نو کے امکان کی نفی کی گئی ہے‘ جو ہماری نظر میں صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب ماقبل سطور میں دی گئی نہایت واضح احادیث نبویہ کو درخورِ اعتناء نہ سمجھا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ فتنۂ انکارِ حدیث کا شاخسانہ ہے۔ پروفیسر خالد ابوالفضل سے فکری مماثلت رکھنے والے لوگ ہمارے معاشرے میں کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں جو اسلام کے مستقبل کے حوالے سے قنوطیت اور ناامیدی کا شکار ہیں‘ درانحالیکہ قرآن ہمیں اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونے کی تاکید کرتا ہے اور تمام نظام ہائے زندگی پر اسلام کی برتری اور فوقیت (اظہارِ دین حق) قرآن کی اہم صراحت ہے۔

جیسا کہ قارئین کے علم میں ہے صدر مؤسس انجمن خدام القرآن کے دروس‘ تقاریر اور تحریک رجوع الی القرآن کے اثرات عالمی سطح پر محسوس کیے گئے تھے اور بیرونی اسفار بالخصوص نارتھ امریکہ کے متعدد اسفار میں بہت سے نوجوان حضرات (جو اس وقت وہاں تعلیمی مراحل کے آخری سٹیج پر تھے) نے بھی انجمن کے مقاصد اور دعوت وتربیت کے نظم سے اتفاق کرتے ہوئے دستِ تعاون بڑھایا تھا اور قرآن وسنت کے پیغام اور فلسفے کو اعلیٰ علمی سطح پر پیش کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا اور اس جانب عملی پیش قدمی بھی کی تھی۔ لیکن اسے آپ کچھ لوگوں کی تلون مزاجی کہیے یا مغربی جامعات اور دانشوروں کے اندازِ فکر اور طرزِ نگارش سے مرعوبیت یا بقول شاعر ’اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی‘ کے سبب انہوں نے ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کے دیے ہوئے لائحہ عمل کی مختلف جہتوں اور گوشوں کو اپنی اپنی اہمیت کے حوالے سے ایک کلیت میں سامنے رکھ کر عمل کے میدان میں پیش قدمی کی بجائے صرف علمی پہلو کو exclusive اور ’’اصل / مرکزی‘‘ کام قرار دے لیا ہے‘ اور دوسرے کاموں کی بالفعل تحقیر پر اتر آئے ہیں۔ میری ناقص رائے میں یہ ڈاکٹر صاحب ؒ کی بیان کردہ ٹوٹل اور جامع حکمت عملی سے انحراف ہے۔ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور اور اس سے وابستہ پاکستان کے متعدد شہروں میں انجمنیں قرآن حکیم‘ احادیثِ نبویہ اور دینی موضوعات کی تعلیم وتدریس کا اہتمام —— مثلاً رجوع الی القرآن کورسز‘ فہم دین کورسز‘ ہفتہ وار درسِ قرآن اور درسِ حدیث کی محافل‘ عربی زبان (صرف ونحو) اور تجوید کے پروگرام اور پھر رمضان المبارک کے دوران تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمۂ قرآن ومختصر تشریح‘ کتابوں اور رسالوں کی اشاعت —— یہ سب امتِ مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی کاوش ہے‘ جس کے نتیجے میں کچھ ذہین اور اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین وحضرات ایک زبردست علمی تحریک کے ذریعے اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبۂ دین حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار کر سکیں گے۔ اگر متذکرہ بالا حضرات اس پہلو سے خلوصِ نیت سے فلسفیانہ اور عقلی سطح پر دین حق کا اثبات اور انٹرنیشنل فورمز پر اس کی علمی ساکھ بحال کرنے کی سعی کرتے ہیں تو یقیناً عنداللہ ماجور ہوں گے اور یہ بھی قرآن وسنت کے محکمات پر مبنی دینی نشأۃِ ثانیہ کے لیے درکار ہمہ جہتی لائحہ عمل کا حصہ ہوگا۔ ان کے اور باقی کاموں کے درمیان فرق صرف تقسیم کار کے اعتبار سے ہوگا۔ ☆☆☆